



و بال

حبا وید بام

اس دنیا میں یہ شمال پر سوار واقعات رونما ہوتے آئے ہیں۔ برسوں پہلے ”کالا طاعون“ وبا کی صورت پھیلا اور ہزاروں لوگوں کی جانوں کو نگل گیا... لیکن اس کے اثرات... مرنے والوں کی اذیتوں کا احوال اب تک بیان کرتے ہیں... وہ بھی مردوں کو زندہ سمجھ کر ایک خوفناک حقیقت کا پردہ چاک کر بیٹھا۔

پراسرار کھیلوں کی وحشتوں کا عبرت اثر احوال

یہ کہانی میں نے ٹرامپ نامی اپنے ایک رفیق کار سے سنی جو پونیورسٹی کا ایک سابق استاد تھا اور بعد میں بے گھر اور آوارہ گرد ہو گیا تھا۔ غالباً اس نے زندگی میں کوئی بڑا دکھ اٹھایا تھا اور اب وہ اسپتال میں موت کے منہ میں تھا۔ اس نے مجھے جو کچھ بتایا، وہ میں یہاں بلا کم و کاست بیان کر رہا ہوں۔

☆☆☆

وہ موسم گرما کا ایک ناگوار دن تھا۔ سارا دن گھروں کی چھتوں پر بارش افسردگی سے گرتی رہی جس سے شہر کی سڑکوں اور فنڈ پاتھوں کو ان گنت ڈرین پائپوں سے نکلنے والے پانی نے بھر دیا تھا۔ آسمان اور چرچ کا گنبد بڑے سیاہ بادلوں سے ڈھکے ہوئے تھے اور اگلے چند گھنٹے موسیٰ لحاظ سے ایسے نہیں لگ رہے تھے۔ جب شام ہوئی اور بارش تھوڑی دیر کے لیے رک گئی تو میں اس پرانی عمارت کے نیچے سے جسے میں بطور پناہ گاہ کے استعمال کرتا تھا، اس امید

سے روٹی کا ایک ٹوالہ بھی نہیں گیا تھا اس لیے میرے حواس خطا تھے۔ آخر کار میں نے اٹھ کر کھڑکی بند کر دی تاکہ کسی کو شک نہ ہو اور اپنی جیبوں کو کنٹرول کر مچس تلاش کی۔ جوں ہی روشنی ہوئی میں کمرے کا منظر دیکھ کر گھبرا گیا اور قہقی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ وہ کمرہ سترھویں صدی کے میٹھے اور قدیم فرنیچر سے آراستہ تھا۔ سنگ مرمر کے بنے ایک بڑے آتش دان پر چاندی کا ایک شمع دان رکھا تھا جس میں سات موم جتیاں لگی تھیں۔ میں نے فوراً انہیں روشن کر دیا تاکہ کمرے کا اچھی طرح جائزہ لے سکوں۔ پہلے مجھے خیال آیا کہ میں بھوک کی وجہ سے فریب نظر کا شکار ہوں لیکن نہیں یہ سب حقیقی تھا اور مجھ جیسے بد قسمت، بے گھر اور آوارہ نے ایک ایسی جائے پناہ تلاش کر لی تھی جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جگہ مجھے عجیب گھر کا حصہ لگ رہی تھی۔ میں نے ایک شمع ہاتھ میں اٹھائی اور کمرے کے دروازے پر گیا لیکن دہلیز پر آ کر رک گیا۔

اچانک میں نے خوف محسوس کیا۔ اگرچہ گھر باہر سے خالی اور لاوارث لگ رہا تھا مگر اندر عالیشان فرنیچر موجود تھا اور یہ ظاہر کر رہا تھا کہ یہاں لوگ رہتے ہیں۔ اس وقت میری حالت قابلِ رحم تھی۔ میں غلط جگہ پر چلا آیا تھا۔ اگر گھر میں موجود کوئی فرد مجھے دیکھ لیتا تو فوراً پولیس کے حوالے کر دیتا۔ مجھے یاد آیا کہ پولیس اہلکار لگی کے موٹر پر بالکل قریب کھڑا ہے۔ اگر وہ یہاں آگیا تو میرے تمام بھانے نا قابلِ یقین لگیں گے۔ گھر کے مالک کے نقطہ نظر سے میں ایک حقیقی چور تھا۔

جیل اگرچہ اس سے مجھے فی الحال پناہ گاہ فراہم ہو جاتی لیکن میرے فطری غرور نے ہمیشہ مجھے جیل کے فوائد کو ترک کرنے پر مجبور کیا تھا۔ بہر حال، مجھے کیا فخر ہو سکتا ہے؟ میں اس کے بارے میں سوچ کر مسکرا دیا۔ اپنی نا قابلِ رشک کیفیت کو یاد کرتے ہوئے اسی وقت میں نے پہلی بار وہ خوفناک آواز سنی۔ پہلے میں سمجھا کہ یہ نا قابلِ فہم بھینساہٹ یا شور میرے سر میں پیدا ہو رہا ہے جس کی وجہ میری کمزوری اور تھکاوٹ ہے مگر گونج بڑھ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی نظر نہ آنے والا طیارہ گھر کے اوپر چکر لگا رہا ہے۔

میں رک گیا اور اس پریشان کن سنناہٹ سے جھٹکارا حاصل کرنے کے لیے دھڑک دھڑک سے اپنا سر ہلانے لگا لیکن گونج بند نہیں ہوئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں نے اپنا سر شہد کی مکھوں کے جھتے میں دے دیا ہو۔

جیسے ہی یہ مہمالت میرے ذہن میں آئی، میں نے محسوس کیا کہ کمرہ گرم ہو گیا ہے۔ میں ڈمکاتی لوکی روشنی

پر ٹکلا کر رات گزارنے کے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش کر سکوں۔ سردی نہیں تھی بلکہ منطقہ جارہ کی گرم تیز ہوا چل رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ سخت گرمی چمک کے ساتھ طوفان آنے والا ہے لیکن کسی وجہ سے طوفان میں تاخیر ہو رہی تھی۔ میں اس قدر بھوکا تھا کہ میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا رہا تھا۔ اس طرح آوارہ گرد کی کرتے ہوئے میرے قدم مجھے ہو بورن کے علاقے میں لے گئے جہاں میں نے پہلی بار وہ گھر دیکھا۔ اگر اس وقت کوئی بے قابو ٹرک میرے اوپر سے گزرتا تو مجھے اتنی دھشت سے نہیں گزرتا پڑتا۔

گھر چھوٹا لیکن بہت پرانا تھا۔ وہ علاقہ ایسی قدیم اڑیٹھن یادگاروں کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس گھر کی خوبصورت اونچی کھڑکیاں میری غربت پر ہنس رہی ہیں اور دیدہ دلیری کے ساتھ مجھے اندر آنے پر اکسا رہی ہیں۔ مجھے داخلی دروازے کے اوپر مخصوص الفاظ کے ساتھ ایک بورڈ نظر آیا۔ ”مکان کرائے کے لیے خالی ہے۔“ تو مجھے امید ہوئی۔

کافی وقت گزر چکا تھا۔ گلیاں سناں تھیں اور میرا سر بھوک اور تھکاوٹ سے چکر رہا تھا۔ اب ہوا رک گئی تھی اور آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا جو کسی وقت بھی برس سکتے تھے۔ اچانک میرے ماتھے پر ایک گرم اور چھپچھا قطرہ آگرا۔ آخر بارش شروع ہونے لگی تھی۔ میرے تمام دوسرے اور شلوک فوراً ختم ہو گئے۔ بلاشبہ اس عالیشان گھر کے اندر آنے والے طوفان سے پناہ میری منتظر تھی۔

میں احتیاط سے دروازے کے قریب پہنچا۔ وہ مضبوطی سے بند تھا۔ میں نے ایک ایک کر کے پہلی منزل کی کھڑکیوں پر قسمت آزمائی لیکن میں سدا کا بد قسمت تھا مگر پھر میں نے دیکھا کہ ایک کھڑکی کا شیشہ اچھی طرح بند نہیں ہے۔ میں نے اطراف میں نظر دوڑائی۔ کھلی کے کونے پر ڈوبی دینے والے پولیس اہلکار کا رخ دوسری طرف تھا۔ پھر دو جڑے تیزی سے گزرے۔ کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ بس ایک منٹ کی بات تھی۔ میں نے شیشہ اوپر کیا، ہاتھ ڈال کر ہینڈل گھمایا اور کھڑکی کھول دی پھر اپنی پٹی چھٹی طاقت کے ساتھ کھڑکی پر چڑھ گیا اور چند لمحوں بعد میرا وجود بے ترتیبی سے گھر کے فرش پر پڑا تھا۔ اس کے باوجود کہ میں محفوظ جگہ پر پہنچ گیا تھا، میری کنپٹیاں سنگ رہی تھیں اور دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنی دیر تک فرش پر پڑا اپنی سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ شاید چند لمحوں یا ایک گھنٹا۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میرے منہ میں پچھلے تین دن

میں نے سوچا وہاں پلٹ جاؤں لیکن اچانک ایک عجیب سی خواہش نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں شدت سے جانتا چاہتا تھا کہ یہ گونج کہاں سے آرہی ہے۔ میں نے گھر کے کینوں کے بیدار ہونے کے خطرے کے باوجود دروازے کے پینڈل کو احتیاط سے گھمایا۔ گونج فوراً بند ہوگئی۔ میں نے دھیرے سے دروازہ کھول کر اندر دیکھا تو میرا دل خوف سے لرز اٹھا۔

کمرے کے وسط میں دو کرسیوں پر ایک تابوت رکھا تھا اور اس کے ساتھ فرش پر دو شمعیں روشن تھیں۔ مجھے کونے میں ایک بڑا بیڈ بچھا نظر آیا جس پر کپڑے بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ بیڈ کے پاس تابوت کا ڈھکن کھلا تھا۔ موم بتیوں کی مدھم روشنی میں ایسا لگ رہا تھا کہ تابوت میں کوئی ٹیکو پڑا ہے۔ میں دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا آگے بڑھا اور جوں جوں قریب ہوتا گیا، گونج بڑھتی گئی۔ پھر اچانک جیسے مڑدے پر سے ایک سیاہ پردہ اٹھ گیا اور میری نظروں کے سامنے کھلیوں کا کھایا ہوا ایک زخمی خوفناک چہرہ نمودار ہوا اور لاش سڑنے کی بو میری ناک میں چلی آئی۔ میں نے فوراً ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لی تاکہ اس منہ شدہ چہرے کو نہ دیکھوں اور سانس روکے اگلے قدموں پیچھے ہٹا۔

اچانک میرے پیروں کے نیچے کچھ اٹکیا اور میں لڑکھڑا گیا۔ دروازہ میری پیٹھ سے ٹکرایا اور بند ہو گیا۔ اگلے لمحے میں ان ہزاروں کھلیوں سے لڑ رہا تھا جو لاش سے اڑی تھیں اور اب غضب ناک ہو کر مجھ پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ غالباً وہ مجھ سے اپنی دعوت میں مداخلت کا بدلہ لے رہی تھیں۔

میں ان سے بچنے کے لیے پاگلوں کی طرح ہاتھ ہلا رہا تھا مگر انہیں پیچھے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ پورا کمرہ زندہ ہو کر لاکھوں چھوٹے پیچھے بالوں والے بچوں میں تبدیل ہو گیا ہے جس نے مجھ پر ہر طرف سے یلغار کر دی ہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی ان کی بھنبھناہٹ میں کمی نہیں ہو رہی تھی پھر ان بھینک لکھوں میں پروں کے پتھر پھڑانے کی بھاری آواز آئی اور سب سے بڑی اور موٹی مسمی میرے اوپری ہونٹ پر چلی آئی اور اپنے موٹے جسم کو میرے منہ میں محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

مجھے اس لاش کا خیال آیا جسے اس نے ابھی کھایا تھا۔ مجھے زور کی ایکاکی آئی۔ میں نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ مارا اور اس مسمی کو بچنے گرا دیا۔ جوں ہی مجھے اس کے فرش پر گرنے کی آواز آئی، میں پلٹا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ کھلیوں سے لڑتے ہوئے منہ میرے ہاتھ سے گر گئی تھی اور

آگے بڑھا اور بھاری دروازے کو دھکیلا۔ وہ کھل گیا اور میں نے اگلے لمحے خود کو ایک کشادہ ہال میں پایا اور اسی لمحے گونج بند ہوگئی۔ میں نے صبح کی روشنی میں نظر دوڑائی۔ مجھے باورچی خانے کی تلاش تھی جہاں سے کچھ کھا کر میں اپنا پیٹ بھر سکوں۔ آخر دیکھیں طرف مجھے ایک اور دروازہ نظر آیا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ راستہ باورچی خانے کی طرف جاتا ہوگا۔ یہ سوچتے ہوئے میں اس کی طرف بڑھا کہ وہاں کھانے کے لیے کچھ ضرور مل جائے گا۔ میں احتیاط کر رہا تھا اور ڈر رہا تھا کہ کہیں لکڑی کے فرش پر قدموں کی آہٹ گھر کے کینوں کو ہوشیار نہ کر دے۔

میں نے دروازے کو احتیاط سے کھولا تو دیکھا کہ میں دیوان خانے میں کھڑا ہوں۔ مجھے سامنے ایک راہداری نظر آئی۔ مجھے خیال آیا شاید اس طرف باورچی خانہ ہوگا۔ میں صبح کو اسے سر سے اوپر اٹھائے راہداری میں آگے بڑھا۔ میرے دائیں طرف ایک اور دروازہ تھا۔ وہ شاید باورچی کا کمرہ تھا۔ میں نے اپنے بائیں طرف دیکھا اور تقریباً خوشی سے چیخ اٹھا۔ باورچی خانے کی چھوٹی میز پر ایسا شاندار کھانا رکھا ہوا تھا جس کا میں نے بھی خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا۔ میں نے صبح دان کو فوراً فرش پر رکھ دیا اور کھالے پر بیٹھنا اور نندیوں کی طرح سامنے آنے والی ہر چیز کو کھانے لگا۔ اعلیٰ تہذیب و معاشرت کے تمام اصول پلک بپچکتے ہی ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے۔ آخر میں ایک جاندار تھا۔ ایک ایسا انسان جس نے کئی دنوں سے کچھ نہیں کھا یا تھا۔ کس کی ہمت تھی کہ مجھے اس حقیقت پر ملامت کرتا کہ میں اپنے تھکے ہوئے کمزور جسم کو تسکین نہیں پہنچاؤں اور اپنے خالی پیٹ کے جہنم کو برداشت کرتا رہوں۔

جب میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا تو پھر وہ ناخوشگوار اور تکلیف دہ آواز دوبارہ میری سماعت سے ٹکرائے لگی۔ ایک ہلکی بھنبھناہٹ لیکن اب میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ یہ بھوکے پیٹ کا فریب نہیں ہے۔ میرا ذہن صاف ہو چکا تھا۔ میں نے اپنا گلاس نیچے کیا جسے میں نے ابھی کچھ میٹھی شراب سے بھرا تھا اور غور سے سنا رہا۔ ہاں، آواز خواب گاہ سے آرہی تھی۔

شراب کا ایک گھونٹ لینے کے بعد میں دروازے کی طرف بڑھا اور اپنا کان چابی کے سوراخ پر رکھ دیا۔

بھن بھن بھن !
ہاں، یہ غلط نہیں تھا۔ آواز وہیں سے آرہی تھی۔ میں نے دیکھنے کا فیصلہ کیا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے لیکن مجھے چابی کے سوراخ سے کچھ نظر نہیں آیا۔ کمرے میں بہت اندھیرا تھا۔

بھی کتنی عجیب اور بدلی ہوئی لگتی ہیں۔ یہ وہ گلی نہیں تھی جہاں سے گزر کر میں گھر میں آیا تھا۔ آس پاس کے مکانات اتنے قریب آگئے تھے کہ لگتا تھا کہ آپ ہاتھ بڑھا کر انہیں چھو سکتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ان پر کچھ عجیب سے رنگ کیے گئے تھے اور چھتیں اتنی قریب ہوئی تھیں کہ روشنی کے لیے مشکل سے گنجائش نکال رہی تھی۔ بس گھروں کے درمیان آسمان کی تنگ پٹی نظر آ رہی تھی۔

تھکنی کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ میں نے پتھروں سے بنی سڑک پر کوچ کے ہماری پہیوں کی آواز سنی پھر ایک ناگوار سی ٹھکرارسانی دی جیسے کوئی چمچ آواز لگا رہا ہو لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آئے۔ رات کے اس وقت کون سا سوداگر اپنی کوچ لے کر یہاں آ گیا ہے؟ میں نے سوچا لیکن وہ جو بھی تھا، میں اس سے مدد مانگ سکتا تھا۔ بس مجھے کسی طرح اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا تھی۔

میں نے پیچھے دیکھا۔ روشن دان بہت اونچائی پر تھا۔ وہاں سے چھلانگ لگانا ناممکن تھا۔ آخر کار کوچ گلی میں نمودار ہوئی۔ وکیل پر ایک کے ساتھ دوسرا شخص بھی بیٹھا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان دونوں کے چہرے ایسے اداس تھے جیسے کوئی بہت غمگین واقعہ رو دنا ہوا ہو۔ میں نے کمرے میں نظر دوڑائی تو میز پر ایک پرانی صحن کی لائین رکھی دیکھی۔ میں الماری سے پیچہ اٹرا اور اسے جلا کر روشن دان کے پاس لے آیا پھر آہستہ آہستہ اسے ادھر ادھر چھلانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ جلد ہی وہ مجھے دیکھ لیں گے۔ وہ کہیں گے اور اس لعنتی گھر سے نکلنے میں میری مدد کریں گے۔

لو، انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور ہاتھ ہلایا لیکن وہ آدمی عجیب بے قراری کے ساتھ کیوں بیٹھ رہا ہے۔ میں نے مسکرا کر سر ہلایا اور انہیں قریب آنے کا اشارہ کیا۔

اور پھر اس کی آواز میرے کانوں تک پہنچی۔ وہ گھر کی طرف انگلی اٹھائے کہہ رہا تھا۔ ”مردے لے آؤ۔۔۔“

مردے لے آؤ؟“ کیا میں غلط سن رہا ہوں؟ اسے گھر میں آئے بغیر کیسے پتا چلا کہ یہاں ایک لاش موجود ہے؟ پھر اس نے گاڑی کے پچھلے حصے کی طرف اشارہ کیا جس میں کچھ لدا ہوا تھا۔ میں نے غور سے دیکھا، گاڑی میں ایک ناقابل یقین خوفناک ڈھیر ساجھ تھا۔ جب چاندنی اس پر پڑی تو واضح ہوا کہ وہ کچھ مردہ انسان تھے، آڑے تہ تیہ پڑے ہوئے اور ہاں، کچھ زندہ بھی مگر موت سے بدتر حالت میں۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں

اب میں اندھیرے کمرے میں مسلسل ٹھوکریں کھا رہا تھا اور خوف سے ہانپ رہا تھا۔ آخر میں کامیاب ہوا۔ خواب گاہ کا دروازہ میرے پیچھے بند ہو گیا تھا۔ میں نے اس نجات پر خدا کا شکر ادا کیا۔ ان پروں والے شیطاںوں میں کوئی عجیب بات ضرور تھی۔ وہ ایک ساتھ مل کر حملہ کر رہے تھے۔ جیسے وہ ایک دماغ رکھتے ہوں یا ایسا لگتا تھا کہ ان کے گرد وہ قیادت کوئی اعلیٰ راہنما یا مشیر کزدہن کر رہا ہو۔

اب ایک بار پھر میں نے اندھیرے میں ٹٹولنے ہوئے ہال کی طرف جانے والے دروازے کو تلاش کرنا شروع کیا۔ آخر کار میرے ہاتھوں کو پینڈل مل گیا۔ میں نے تیزی سے اسے گھمایا لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ میں بار بار اسے گھماتا رہا لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ شاید بولٹ گر گیا تھا۔ ایک خوفناک خیال نے میرے دماغ کو بھنڈو ڈالا۔ کہیں میں نے اپنے آپ کو اس شیطانی گھر میں قید تو نہیں کر لیا ہے؟ میں دہشت زدہ ہو کر زور زور سے دروازہ پیٹنے لگا پھر میں نے اپنی پوری طاقت سے اس بولٹ کی لکڑی کے مضبوط دروازے کو توڑنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ میں دیر تک اپنی بحال ہونے والی طاقت کو باہر نکلنے کی بیکار کوششوں پر ضائع کرتا رہا اور جب امید تقریباً ختم ہو رہی تھی تو اچانک مجھے راہداری کے سرے پر موجود دوسرے دروازے کا خیال آیا۔

”اتق!“ میں نے اپنی بے وقوفی پر لعنت بھیجی اور اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر راہداری میں قدم رکھا جہاں نجات میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں پچھلے دروازے سے باہر نکلنے کی امید میں اس دروازے تک جا پہنچا اور اس کا کنڈا گھمایا۔ اوہ خدا! میری ہنسی دم توڑ گئی۔ وہ ملعون دروازہ بھی نہیں کھل رہا تھا۔ میں نے اسے دھکیلا پھر اپنی طرف کھینچا لیکن بے سود۔ آخر میں دیوان خانے میں واپس چلا آیا۔ وہاں کوئی کھڑکی نہیں تھی بس ایک روشن دان تھا جس میں سے ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔

میں سخت پریشان تھا کہ اس قید خانے سے کیسے نکلوں پھر میرے حساس کانوں نے کچھ کمزرنے کی آوازیں سنی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ وحشی کھیاں اپنے نکیلے پنچوں اور دانتوں سے دروازے میں سوراخ کر رہی ہیں۔ اچانک گلی میں نہیں دور سے تھکنی کی آواز سنائی دی۔ میں غور سے سن رہا تھا پھر سر اٹھا کر روشن دان کی طرف دیکھا۔ آخر میں نے ایک الماری کھٹکائی اور روشن دان کے نیچے لے آیا اور اس پر چڑھ کر باہر دیکھا۔ رات کو یہ مانوس جگہیں

والان کوچ اٹھا۔ یہ آوازیں موت کی کوچ کی طرح تھیں جو میرے وجود پر حاوی ہو رہی تھیں۔

میرے منہ سے ایک طویل ہڈیانی چیخ برآمد ہوئی اور میں ان سے بچنے کے لیے کوئی محفوظ جگہ ڈھونڈنے لگا۔ میرے کان اور منہ بند ہو گئے تھے۔ میں کچھ بھی نہیں دیکھ پا رہا تھا اور آنکھیں بند کیے ان سے لڑتے ہوئے کمرے میں وحشیوں کی طرح دوڑ رہا تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں لائین میرے ہاتھ سے گر گئی۔ آخر میں لڑتا ہوا روشن دان کے پاس رکھی الماری پر چڑھ گیا اور دیکھا۔ روشن دان زمین سے کم از کم سولفٹ کی بلندی پر تھا لیکن میں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ہچکچایا۔ گمر خامون زندہ تھا، کھیاں بھی یقیناً جراثیم سے آلودہ تھیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے پر موت کی مہر لگ چکی ہے تو میں ان گندی مخلوق کے ہاتھوں کیوں مردوں میں زندہ ان کے ہاتھ نہیں آؤں گا۔ مرنے کے بعد چاہے وہ میری لاش کو کھا جائیں۔

میں نے روشن دان کا شیش توڑ دیا پھر ہشربائی آواز میں چلا یا۔ ”مردوں کو باہر نکالو!“ اور آنکھیں بند کیں اور باہر نکلا میں چھلانگ لگا دی۔

☆☆☆

یہاں پر ٹرامپ خاموش ہو گیا۔ میں اس کے ڈاکٹر سے کہانی کا اختتام پہلے ہی سن چکا تھا جو کمرے کے باہر راہداری میں مجھے ملا تھا۔

اس نے بتایا تھا کہ ٹرامپ کو ہولیورن کی ایک گلی میں سے اٹھایا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ شاید کوئی ٹرک اس کی ٹانگوں پر چڑھ گیا تھا۔ وہ غریب تقریباً بے ہوش اور ہڈیانی کیفیت میں نہ جانے کیا اول فول بک رہا تھا۔

ساری شام میں نے جو کچھ سنا، اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ کیا یہ کہانی سچ ہے یا میرے غریب دوست نے کوئی خواب دیکھا تھا یا وہ فریب نظر کا شکار ہو گیا تھا؟ جواب نہ ملنے پر میں ہولیورن گیا لیکن وہ گھر بہت تلاش کے بعد بھی نہیں ملا جس کا ذکر آوارہ گرد نے اپنی کہانی میں کیا تھا۔ ایبویٹس کے ڈرائیور نے مجھے وہ جگہ دکھائی جہاں سے میرے بد قسمت دوست کو اٹھایا گیا تھا۔ ہم واپس آ گئے۔

میں کافی دنوں تک تحقیقات کرتا رہا۔ آخر ایک دن مجھے پتا چلا کہ یہ سڑک ”عظیم دبا“ (کالا طاعون) کے متاثرین کی تدفین کی جگہ کے اوپر سے گزرتی ہے۔

نے سامنے والے مکانوں کی طرف دیکھا اور زوردار چیخ ماری۔ ہر دروازے پر ایک بڑا کراس کا نشان لگا تھا۔ موت اور ناممندی کا نشان پوری دنیا میں قابل فہم خامون کا کراس ہر گھر پر موجود تھا۔

کوچ پہلی جاری تھی اور میں حیرت سے دنگ بت بنا کھڑا تھا۔ کیا میں تین صدیاں پہلے کسی گھر میں چلا آیا تھا؟ میں نے سوچا۔ شاید میں اس خراب کے پیچھے مرکیا تھا اور یہ میرا جہنم ہے؟

میں نے بے چینی سے اپنا سر ہاتھوں میں دبا لیا اور اسی لمحے ایک بار پھر مجھے وہی شخص کوچ سنائی دی۔ میں نے خوف سے کانٹتے ہوئے لائین کمرے سے اوپر اٹھایا اور دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کے پیچھے بھٹکا ہٹ چیز ہو گئی تھی۔ وہ خطرناک مخلوق غضب ناک اور مزید زہر ہو گئی تھیں کیونکہ ان کے شکار نے ان کے خلاف مزاحمت کی تھی۔ ان کے لیے زندہ شکار لاش سے کہیں زیادہ قابل قبول تھا۔

گھر میں خوفناک گھٹن ہو رہی تھی اور میں پیاس محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اس کھانے اور شراب کے بارے میں سوچا جو کچھ دیر پہلے میں نے کھایا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ وہ ان خمیوں اور خامون کے جراثیموں سے آلودہ ہوگا پھر اچانک میں نے ایک تیز فاحشہ کوچ سنی۔ میں خوف سے اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ میں نے دیکھا اخروٹ جتنی سب سے بڑی مسمیٰ کہیں سے اڑتی ہوئی والان میں موجود بڑی میز پر آ بیٹھی ہے۔ اب وہ حرکت نہیں کر رہی تھی لیکن اس کے انداز میں کوئی ہمایا نک اور ناگوار بات تھی۔

ایک لمحے بعد اسی طرح کی دو اور کھیاں اس کی ہم رکاب ہو گئیں۔ کمرے میں ان کی آوازوں کی کوچ بڑھتی جاری تھی۔ میں نے خواب گاہ کے دروازے کی طرف دیکھا اور ایک خوفناک چیخ میرے سینے کی گھرائیوں سے برآمد ہوئی۔ دروازے کے نیچے ایک سوراخ سے خمیوں کا ریل مسلسل نکل کر کمرے میں آ رہا تھا۔

بھٹن بھٹن بھٹن کی جھنپی آوازوں سے پورا کرا کوچ رہا تھا۔ کھیاں خوش ہو رہی تھیں اور اپنی شیطانی منصوبہ بندی سے آخری حلقے کی تیاری کر رہی تھیں۔ میں مفلوج کھڑا رہ دیکھ رہا تھا کہ وہ کیسے اپنی صف بندی کر رہی ہیں۔ وہ اس وقت تک میز پر بے حس و حرکت بیٹھی رہیں جب تک اس وحشی فوج کے آخری سپاہی نے اپنی جگہ نہ لے لی پھر وہ ایک ساتھ ایک وجود بن کر ایک دم ہوا میں اٹھیں۔ ان کی حرکت اور لاشوں پروں کی بھڑ پھڑا ہٹ سے پورا